

# فہمی سبیل اللہ



فاخرہ گل

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام





# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

## یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

### ہم خاص کیوں ہیں :-

جھوٹی سچی تعبیروں کی خواہش میں  
کیسے کیسے خواب بکھرتے جاتے ہیں  
ان حالوں کب اپنے آپ کو دیکھا تھا  
کہنے کو دن رات گزرتے جاتے ہیں

پلنگ ہونے کے باوجود کالمز زیادہ سے زیادہ ہوا کھانے کی خواہش میں اکثر اوقات دادی کے پلنگ پر ہی پائی جاتی سماج بھی وہی معاملہ تھا۔  
جب تک وہ ہاتھ روم سے ہاتھ منہ دھو کر نکلی بیٹن بھی جاگ چکے تھے۔ ننھی زمین کے ماتھے پر بوسہ دیا، کچھ دیر خاموش نظروں سے سر پر تنے آسمان کو دیکھا تو بے اختیار ٹھنڈی آہ منہ سے نکل گئی یعنی یہ بیٹی انہیں اپنی جان سے بڑھ کر عزیز تھی گو کہ باقی بچے بھی دونوں بے حد فرماں بردار اور اعلیٰ تربیت کا نمونہ تھے مگر پھر بھی زمین کے لیے جو جگہ دل میں تھی وہ نہ تو سنان کے لیے تھی اور نہ ہی کالمہ کے لیے۔ جس کی ایک وجہ شاید یہ بھی تھی کہ وہ دونوں ظاہری طور پر بالکل مکمل تھے ان کی شخصیت میں کوئی کمی نہیں تھی۔ شکل صورت ذہنی اور جسمانی اعتبار سے وہ ایک مکمل شخصیت کے مالک تھے جبکہ زمین پیدا کنی طور پر ذہنی معذوری کا شکار تھی۔ چار سال کی ہو جانے کے باوجود وہ اپنی بات کو مکمل طور پر سمجھانے یا بیان کرنے

ایک نئی امید نئی صبح اور نئی امنگ کے ساتھ حرا کے آنگن میں چڑیاں بولیں تو وہ بھی ان کے ساتھ ہی اٹھ بیٹھی۔ رات سے ہی لائٹ بند ہو جانے کی وجہ سے وہ سب سخن میں ہی کھلے آسمان تلے سوئے تھے۔ نیچے پر رکھا دو بیٹا اٹھا کر گلے میں ڈالتے ہوئے اس نے دائیں بائیں پچھی ٹوٹل تین چار پائیوں کو دیکھا دائیں طرف بیٹن اور اس کے ساتھ سو یا دو سالہ سنان بائیں طرف ساس اور ان کے ساتھ سوئی چھ سالہ کالمہ جس کی اپنی چار پائی خالی تھی اور خود حرا کے ساتھ آنکھیں موندے سوئی چار سالہ زمین.....  
عام طور پر وہ لوگ برآمدے میں سویا کرتے تھے فرشی پٹکھا سامنے رکھ دیا جاتا تو اس کی فرائے بھرتی ہوا قطار سے بچھے سب پلنگوں کو یکساں محسوس ہوتی۔ ساس اماں چونکہ ذیابیطس کے مرض میں مبتلا تھیں اور انہیں گھر میں سب سے زیادہ گرمی بھی لگا کرتی اسی لیے ان کا پلنگ ہمیشہ سیکھے کے عین سامنے اول نمبر پر بچھایا جاتا۔ اس کے بعد بیٹن پھر کالمہ اور آخر میں حرا کا اپنا لیکن الگ

آنچل جولائی ۲۰۱۵ء 147

- ✧ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو م ایبل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر ریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✧ سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✧ ایڈفری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شریک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب فورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں [www.paksociety.com](http://www.paksociety.com)

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

**WWW.PAKSOCIETY.COM**

Online Library for Pakistan

Like us on Facebook

[fb.com/paksociety](http://fb.com/paksociety)



[twitter.com/paksociety1](http://twitter.com/paksociety1)





سمجھ سکتے ہوں۔“ اماں نے ڈھکے چھپے انداز میں اپنا مطلب واضح کیا تو ایک بار پھر مبین محض گہری سانس لے کر رہ گئے۔

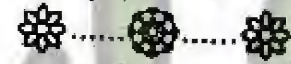
خواہش دل میں اترنے سے پہلے انسان کتنا پرسکون ہوتا ہے لیکن جب کوئی ایسی خواہش دل میں اترتی ہے جس پر اس دنیا میں پوری نہ ہونے کا خوف ہو تو اس کے بعد یہ دنیا ہی دل سے اتر جاتی ہے۔

”بس اماں! آپ دعا کریں اللہ ہماری روزی روزگار میں برکت دے تو سب کچھ ہو جائے گا۔ ابھی تو پتا نہیں اس تک ہماری کوئی دعا پہنچتی بھی ہے کہ نہیں۔“

”تو بہ کرو میرے بچے! مایوسی اور ناامیدی گناہ ہے۔“ اماں نے قرآن کریم کو کھولتے ہوئے پھر بند کیا۔

”یاد رکھو وہ ہماری ہر دعا مستحضر ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ ہمیشہ اس کا جواب ہاں میں نہیں ملتا سبھی کبھار اس کا جواب ”ابھی نہیں“ بھی ہوتا ہے اور کبھی ہماری اپنی ہی خواہش ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوتی تو وہ ایک بہتر وقت تک کے لیے اسے ٹالے رکھتا ہے اس لیے تم پریشان نہ ہوا کرو۔“

”جی بہتر۔“ مبین نے خاموشی سے گردن ہلاتے ہوئے سامنے سوئی ہوئی مبین نے کو دیکھا اور ایک نظر پاس بیٹھی حرا پر ڈال کر ہاتھ روم چلے گئے۔



”مبین بھائی! آپ ہمیشہ کیوں دس پانچ روپوں کا بھی حساب دیتے ہیں۔ مجھے آپ پر بھروسہ ہے پلیز آئندہ نہ کیجیے گا ایسا۔“ مسز عدنان نے مبین کو پیسے دے کر مارکیٹ سے کچھ سامان منگوا لیا تھا اور مبین کی شروع سے ہی عادت تھی کہ روپوں پیسوں کا کوئی کام ان کو دیا جاتا تو وہ پرچی پر ایک ایک چیز کا حساب لکھتے جاتے اور پھر مسز عدنان کو بقایا روپوں کے ساتھ ہی وہ پرچی بھی دے دیتے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ گھر کے تمام ملازمین

سے تو قاصر تھی ہی ٹھیک طریقے سے چل پھر بھی نہیں سکتی تھی۔ ذرا سا چلنے پر ہی پاؤں کا رخ گھوم جاتا اور گر پڑتی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے دل میں چلنے پھرنے سے خوف بیٹھ گیا تھا جب تک حرایا مبین خود انگلی پکڑ کر نہ چلا تے وہ بیٹھ کر ہی ادھر ادھر دیکھتی اور کھیلاتی رہتی۔ دوسری صورت میں چھوٹے بچوں کی طرح گھنٹوں کے بل ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتی۔

اور یہ سب دیکھ کر حرا کا دل کٹ جاتا تین بچوں میں سب سے خوب صورت اور سب سے پرکشش مبین کو اس حالت میں دیکھنا خود مبین اور دادی کے لیے کسی امتحان سے کم نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے گھر میں خاصی توجہ دی جاتی اور اپنے وسائل محدود ہونے کے باوجود کوشش کی جاتی کہ وہ جس چیز کی بھی خواہش کرے وہ اس کے سامنے پیش کر دی جائے لیکن دکھ ایسا تھا کہ ہر وقت دل و دماغ سے لپٹا رہتا اور گو کہ زمین اب چار سال کی ہونے لگائی تھی مگر اس کے باوجود بھی حرا اس کی ذہنی و جسمانی حالت سے سمجھوتہ کرتے خود کمزور پڑ جاتی اب بھی یوں مبین کو خاموشی سے اس کی جانب ایک نکل دیکھتے پایا تو چکن میں جانے کے بجائے وہیں چلی آئی۔

”حرا! میں سوچ رہا ہوں کہ کاملہ تو اسکول جاتی ہی ہے کیوں تاہم زمین کو بھی اسکول میں داخل کرا دیں۔ چار سال کی تو یہ بھی ہوگئی ہے۔“ مبین نے حرا کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ذہن میں پھیلی ادا اس سوچ کو پرے دھکیل کر بولے جس پر حرا کا حیران ہونا لازم تھا۔

”زمین اور اسکول.....؟“

”ہاں تو اور کیا ہم اپنی بچی کو ایسے ہی تھوڑی گھر میں بٹھائے رکھیں گے۔ میں معلوم کرتا ہوں کچھ..... کیوں اماں؟“ بات کرتے مبین نے اماں کو دیکھا جو نماز کے بعد قرآن پاک سینے سے لگائے ہاتھ میں چشمہ لیے وہیں آ رہی تھیں۔

”وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن اس طرح کا اسکول جانے کتنی دور ہو اور پھر جو خرچہ ہوگا وہ تو تم مجھ سے بہتر

میں سب سے زیادہ قابل بھروسہ انہی کو سمجھا جاتا۔ کئی مرتبہ منع کیے جانے کے باوجود بھی ان کا یہی معمول تھا۔

”میڈم وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن اس طرح میرا ضمیر مطمئن رہتا ہے ورنہ بھول چوک بھی ہو سکتی ہے کبھی۔“

”بھول چوک تو خدا بھی معاف کر دیتا ہے مبین بھائی! آپ اس بات کی فکر نہ کیا کریں۔“ مسز عدنان نے سودے سلف کے استعمال کے بارے میں خانساں کو ہدایت دینے سے پہلے کہا اور پھر مبین کو جاتے ہوئے دیکھ کر بولیں۔

”ابھی بچوں کو اسکول سے لانے میں تو وقت لگے گا آپ مجھے پارلر ڈراپ کر دیں اور وہیں سے بچوں کو لینے چلے جائیے گا۔“ مسز عدنان کی ہدایت پر مبین نے فرماں برداری سے سر ہلاتے ہوئے گیارہ کا رخ کیا تاکہ ان کے تیار ہونے تک وہ گاڑی کو ریڈی کر لے۔

مسز عدنان کا شہر کے پوسٹ علاقے میں بیوٹی پارلر تھا شوہر ایک کامیاب بزنس مین تھے گھر میں روپے پیسے کی ریل پیل تھی مگر غرور و تکبر نہ تھا۔ ملازمین کے ساتھ حسن سلوک بھی ایسا کہ سب ہی نوکر چا کر ان پر اپنا آپ دارنے کو تیار رہا کرتے نہ صرف یہ کہ بلکہ صدقہ خیرات کرنے میں بھی پیش پیش رہا کرتیں۔ شاید ان کا سب کے ساتھ یہ حسن سلوک ہی تھا کہ ان کا بیوٹی پارلر بھی دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔ مبین ان کے ہاں ڈرائیور کی نوکری کرتے تھے اور اس کے علاوہ بھی باہر

کے چھوٹے موٹے کام نمٹا دیا کرتے۔ بچوں نے کہیں آنا جانا ہو یا خود مسز عدنان نے گاڑی ہمیشہ مبین ہی ڈرائیو کرتے کہ عدنان صاحب کی زندگی اتنی مصروف تھی کہ انہیں اپنے کام سے ہی فراغت نصیب نہ ہوتی اور بیوٹی پارلر کھولنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ مسز عدنان گھر میں اکیلے اب زچ ہونے لگی تھیں۔

کچھ لوگوں کی زندگی اتنی مصروف ہوتی ہے کہ انہیں زندگی کو زندگی کی طرح گزارنے کا بھی وقت نہیں ملتا۔ ایک کے بعد ایک اور اس کے بعد ایک اور کام نمٹاتے نمٹاتے اپنے ساتھ ساتھ قرعہ سبھی لوگوں کو بھی بھلائے رکھتے ہیں۔ عدنان صاحب بھی انہی لوگوں میں سے تھے اور مسز عدنان نے بھی شکوے شکایتوں کے بجائے خود کو مصروف کر لیا تھا اور انہیں احساس تک نہیں ہونے دیا۔

”مبین بھائی! گھر میں آپ کے بچے وغیرہ تو ٹھیک ہیں نا؟“ گاڑی کے شیشے سے باہر دیکھتے ہوئے انہوں نے سرسری سا پوچھا۔

”جی میڈم! اللہ کا شکر ہے سب ٹھیک ہیں۔“ مبین نے نظر سامنے رکھتے ہوئے جواب دیا۔

”اپنی چھوٹی بیٹی کا خاص دھیان رکھا کریں نظر انداز نہ کرنا اسے۔“ انہوں نے تاکید کی تھی۔ ویسے بھی وہ ہمیشہ ہی زمین کا پوچھا کرتی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ زمین جسمانی لحاظ سے دوسروں بچوں جیسی نہیں۔ اکثر یہاں تک کہہ دیتیں کہ کبھی انہیں گھما پھرا لایا کر داؤر

بہنوں کے لیے خوش خبری

آپ سب کے بے حد اسرار پار ”بہنوں کی عدالت“ میں پیشی کے لیے حاضر ہو رہی ہیں آپ سب کی پسندیدہ لکھاری بہن ”فاخرہ گل“ آپ سب جلد از جلد اپنے سوالات ارسال کریں اور سوالات ای میل پار بھی ارسال کیے جاسکتے ہیں۔

info@aanchal.com.pk



ان کی یہ پیشکش مبین دلی دعا کے ساتھ واپس کر دیتے۔ ان کے لیے یہی بہت تھا کہ وہ اس کی بچی کا ذکر اتنی محبت سے کرتیں اور اس کی خیریت دریافت کرتی ہیں ان شفقت بھرے الفاظ نے ہمیشہ ہی ان کی عزت میں اضافہ کیا تھا۔



حزانے مبین کی ماہانہ مدنی میں دو کمپیاں ڈال رکھی تھیں ارادہ تھا کہ اس دفعہ گرمیوں میں ایئر کولر خریدنے کا۔ اسی لیے تنخواہ ملتے ہی پہلے تو دونوں کمپیاں ادا کی جاتیں اور پھر باقی بچ جانے والے روپوں سے پورا مہینہ نہایت کفایت شعاری سے گزارا جاتا۔

مبین کے آنے میں ابھی کچھ وقت تھا سو حزانے سنان کا ملہ اور زمین کو کھانا کھلانے کے لیے اپنے ساتھ ہی بچن میں بٹھا لیا۔ سنان گو کہ ابھی دو سال کا ہی تھا لیکن کسی اور کے ہاتھ سے کھانا کھانا پسند نہ کرتا۔ کاملہ اور وہ اکیلے جبکہ زمین کو حرا اپنی گود میں لے کر کھلا رہی تھی۔

اماں محن میں پڑوسن کے پاس بیٹھی تھیں اور ان دونوں کے بات کرنے کی آواز بچن تک آ رہی تھی دادی اماں نے انہیں مشورہ دیا۔

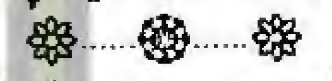
”میری مانو تو فی سبیل اللہ کچھ نہ کچھ ضرور دیتی رہا کرو پانچ دس نہیں تو صرف ایک روپیہ ہی دے دیا کرو پھر دیکھنا ایک روپیہ دوگی ماں اللہ کی راہ میں اس کی خوشی کی خاطر تو وہ ادھار رکھنے والا نہیں ہے دگنا کر کے واپس کرے گا تمہیں۔“

”ہاں اماں! کہتی تو آپ ٹھیک ہی ہو لیکن.....“ وہ ہچکچاتی۔

”اری لیکن کیا؟“ ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے دانے گراتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔

”مجھے تو لگتا ہے کہ ہماری روزی کسی نے باندھ دی ہے جہاں بھی اٹلائی کیا کسی ایک بھی جگہ سے مثبت جواب نہیں ملا اور پھر..... حاسدوں کی کمی تھوڑی ہے۔“

طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اسی دوران حرا بھی بچن سے نکل آئی زمین کو گود میں لے کر محن میں ہی لگے واٹس مبین پر اس کا منہ دھلایا ناک صاف کی اور کمرے میں لے جا کر کپڑے تبدیل کروانے لگی کہ زمین کی صفائی ستھرائی کا وہ بے حد خیال رکھا کرتی تھی۔ جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ہر وقت فرش پر ہی رہا کرتی تھی جس سے کپڑے اور ہاتھ پاؤں اکثر گندے ہو جایا کرتے۔ لہذا وہ دن میں دو تین مرتبہ اس کے کپڑے تبدیل کرواتی اور مبین کے گھر آنے کے وقت تو خاص طور پر اس کے بال بناتی اور تیار کر کے بٹھاتی تاکہ وہ زمین کو دیکھ کر پریشان نہ ہو۔



”اماں! آج میڈم اپنے بچوں کے اسکول گئی تھیں شاید کوئی بڑا پروگرام تھا۔“ آج پھر رات کو بچلی غائب تھی وہ تینوں ہاتھ میں دستی پنگھلا لیے بچوں کی نیند قائم رکھنے کی کوشش میں تھے جب مبین نے بات چھینڑی دادی اور حرا کی مکمل توجہ اس بات پر تھی۔

”واپسی پر مجھے کہنے لگیں کہ زمین کو اسکول میں داخل کروادو۔“

”اسکول میں.....؟“ اماں اور حرا ایک ساتھ چونکیں۔

”بیٹا! تم نے معلوم کیا تو تھا ایک تو اسکول اتنی دور پھر فیس ادا کرنے کے لیے گاڑی کا خرچہ۔“

”جی اماں! میں جانتا ہوں لیکن میرے کچھ بھی کہنے سے پہلے وہ بولیں کہ زمین کا سارا خرچہ میں خود اٹھاؤں گی۔ وہ بتا رہی تھیں کہ ان اسکولوں میں بچوں کی تربیت ایسے کرتے ہیں کہ وہ اپنا آپ خود سنبھالنے کے قابل ہو جاتے ہیں اور..... اور ہماری زمین تو بہت کچھ سمجھتی ہے جانتی ہے ہو سکتا ہے وہاں جا کر اس کی زندگی بہتر ہو جائے۔“ اس اندھیرے میں بھی حزانے مبین کی آنکھوں میں چمکتے امید کے دیئے دیکھے تھے لیکن پھر بھی دل میں آیا خدشہ زبان پر لانے سے خود کو نہ روک سکی۔

پیار کے ایسے پھول چنیں  
آؤ جاننا پیار کے ایسے پھول چنیں  
کہ ہر سو خوشبو بکھر جائے  
دیں ایک دوسرے کو اتنی خوشیاں  
کہ مایوس چہرے نکھر جائیں  
باندھ لیں مل کر عہد وفا  
ساری عمر اسی موقف پر ٹھہر جائیں  
میں اور تم ہم بن کر جاناں  
اس بے وفا دنیا سے چھڑ جائیں  
عاشق علی مصطفیٰ عمر..... فیصل آباد

”اللہ معاف کرے لیکن کیا ہم صدقہ خیرات کھانے والے لوگ ہیں کہ میڈم جیسے مال دار لوگ ہمیں اپنی زکوٰۃ و صدقات کا مستحق سمجھ لیں؟“ اماں بھی حرا کی بات سے مکمل متفق تھیں سو سوالیہ انداز میں خاموش رہ کر مبین کی طرف دیکھا۔

”نہیں حرا! ایسا نہیں ہے انہوں نے خود یہ بات واضح کی ہے اماں کہ جو بھی رقم وہ زمین کے علاج اور اسکول پر خرچ کریں گی وہ صدقہ یا زکوٰۃ نہیں بلکہ فی سبیل اللہ ہوگی۔ وہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے اس کی مخلوق کا بھلا کرنا چاہتی ہیں ہمارے چہروں پر مسکراہٹ لانا چاہتی ہیں اور بس.....“ اماں اور حزانے ایک دوسرے کو دیکھا۔

”وہ صرف اور صرف ہماری مدد کرنا چاہتی ہیں ایسے جیسے کوئی دولت مند بھائی اپنے سے کم حیثیت بھائی کی مدد کرتا ہے بغیر کسی طلب اور لالچ کے صرف اور صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے صرف اور صرف فی سبیل اللہ۔“ مبین کے سمجھانے پر ان دونوں کی کچھ بات آ گئی اور اس رات وہ تینوں ہی مسز عدنان کو دعائیں دیتے ہوئے سو گئے تھے۔



مسز عدنان کی ذاتی کوششوں سے زمین کا داخلہ





ہو گیا تھا حرا کے ساتھ ساتھ اماں اور مین سب ہی بے حد خوش تھے۔ حرا اماں کے پاس بیٹھ کر شام کے کھانے کے لیے سبزی کاٹ رہی تھی جب سامنے ہی رہائش پذیر سیماب چلی آئی۔ آج تو وہ معمول کے دنوں سے کہیں زیادہ خوش دکھائی دے رہی تھی دادی اماں نے پوچھا تو بولیں۔

”اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ رابی کے پاپا کو نوکری مل گئی ہے اماں میں تو بہت خوش ہوں کہ اوپر والے نے ہماری بھی سن لی۔“

”ارے بیٹا میں نے کہا تھا تاں کہ روزی باندھنے والے پر نہیں بلکہ روزی کھولنے والے پر دھیان دو تو رزق کی فراوانی ہو جاتی ہے۔“

”ہاں یہ تو ٹھیک کہا آپ نے ویسے میں کچھ نہ کچھ دیتی تو رہتی ہوں لیکن سوچ رہی ہوں کہ اللہ کے نام پر دیگ بکا کر دوں۔“ ان کا جوش دیدنی تھا۔

”کیوں حرا ٹھیک کہہ رہی ہوں تاں میں؟“

”ہاں باجی! کیوں نہیں اللہ نے دیا ہے تو اس کے نام پر اس کی راہ میں خرچ کرنا تو بہت اچھی بات ہے۔“

حرانے آلوؤں کو کاٹنے کی بعد پانی والے ڈونگے میں ڈالا۔

”ویسے بھی کافی عرصہ ہوا رشتہ داروں کو بھی نہیں بلایا تھا ان سب کو بھی کھانے پر بلا لوں گی۔“

”بیٹا کوشش کرو مستحق لوگوں کو کھلاؤ اور دعائیں سمیٹ لو۔“ دادی ان کی خوشی میں بے حد خوش تھیں۔ وہ بھی ہاں میں ہاں ملا تے ہوئے کاملہ کے ہاتھ میں موجود نیا کھلونا دیکھ کر چونک گئیں۔

”ارے حرا! بازار کب گئیں؟“

”نہیں باجی! یہ تو میڈم نے بھیجا تھا دوسری چیزوں کے ساتھ زمین کا آج اسکول میں پہلا دن تھا تاں۔“

حرا کے انداز میں تشکر نمایاں تھا۔

پھر بھلا اس کافی سبیل اللہ خرچ کرنا کیا قبول ہوگا جبکہ آمدن کے ذرائع ہی حرام ہیں۔“ لہجہ نرم مگر الفاظ اتنے تلخ اور سخت تھے کہ حرا تو ایک طرف اماں کے دل کو بھی بے حد تکلیف پہنچی۔

”اور میں تو کہتی ہوں کہ اگر مساجد میں رکھے چندہ پاکسز پر بھی لکھ دیا جائے تاں کہ صرف سو فیصد حلال آمدنی سے چندہ دیجیے تو کئی ہاتھ ڈبے تک پہنچ کر واپس آ جائیں گے۔“

”یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو سیماب!“

”ہاں تو جب قبول ہی نہیں ہوتا اس طرح کا دینا تو.....“

”تم یا میں کون ہوتے ہیں یہ فیصلہ کرنے والے کسی کی کستی بیچ سمندر میں جا کر ڈوب جائے اور کسی کی ڈونگی نیا بھی پار لگ جائے اس کا علم بھلا خدا کے علاوہ کس کو ہے۔“ اماں نے ان کی بات کاٹے ہوئے کہا تو وہ لہجہ بھر کے لیے چپ ہو گئیں۔

”ہمیں معلوم ہے تاں کہ ابھی آج کل یا کسی بھی وقت اس دنیا سے جا سکتے ہیں لیکن پھر بھی زندگی کا آخری سانس تک جیتے ہیں اور مرنے کو اپنے شیڈول سے نکال کر لمبی لمبی منصوبہ بندی کرتے ہیں کیونکہ ہمیں امید ہوتی ہے کہ ہم زندہ رہیں گے۔ ہوتی ہے امید کہ نہیں؟“ اماں نے ان کی رائے لینا چاہی تو انہوں نے تائید میں سر ہلا دیا۔

”جب زندگی جیسی ناقابل بھروسہ چیز کی امید آخری سانس تک نہیں ہوتی تو اس کی رحمت سے قبولیت کی امید کیسے توڑیں؟“ اماں مسکرائیں۔

”اماں آپ کی باتیں بھی آپ کے زمانے کی ہیں میرا تو یہ ماننا ہے کہ ہاتھ گندے ہوں تو اپنے ہاتھوں سے پسنے جانے والے کپڑے بھی گندے ہی ہو جاتے ہیں۔“

”اور پتا ہے میرا ماننا کیا ہے؟“ انہوں نے مسکراتے ہوئے حرا اور پھر سیماب کو دیکھا۔

”میرا ماننا ہے کہ بے شک گندے ہاتھوں سے پسنے جانے والے کپڑے گندے تو ضرور ہو جاتے ہیں لیکن اگر اس کا من بے داغ اور اجلا ہو تو دیکھنے والے کپڑے کا گند نظر انداز کر دیتے ہیں اور پھر بیٹا وہ ذات ستار العیوب ہے تاں کب کس کے دل کا بند دروازہ کھول دے کس کے تن من اور دھن کا گند صاف کرنے ہمیں کیا پتا۔ اس لیے آج کے بعد کسی کے بھی فی سبیل اللہ کیسے گئے کام پر تنقید نہ کرنا کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس کے نزدیک وجہ قبولیت کیا ہو۔“

”جی اماں۔“ بظاہر مسکراتے ہوئے وہ اٹھ تو گئی تھیں لیکن دادی کی کسی بات سے وہ متفق نہیں تھیں اور ان کا یقین تھا کہ میڈم کا یوں زمین پر پیسے لگانا فی سبیل اللہ کے زمرے میں نہیں آتا۔



صبح سے ہی محلے میں کافی چہل پہل تھی جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اتوار ہونے کی وجہ سے چھٹی تھی اور پھر سیماب کے گھر آج دعوت کا اہتمام تھا۔ ان کے گھر کے سامنے ہی پلاؤ اور زرورے کی دیگ لپائی جا رہی تھی۔ سیماب کے بچے خود کو تھانیدار خیال کرتے ہوئے اپنے خاندان کے علاوہ آج کسی بھی بچے کو اس اجاڑے محلے میں داخل نہیں ہونے دے رہے تھے جہاں دو دہائیں چڑھی تھیں۔ مانا کہ سیماب کا ملنا جلنا بہت سے لوگوں سے تھا لیکن اتنے رشتے دار تو کبھی دیکھے نہیں گئے تھے جتنے آج رکشوں، موٹر سائیکل اور دوسری سواریوں پر آتے ہی چلے جا رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کسی کی شادی نہیں تو عید ضرور ہے لیکن ایسا نہیں تھا۔

محلے کے بچے سیماب کے بچوں کی خود ساختہ حدود کے ساتھ لگے منتظر تھے کہ کب دیگیں پلٹیں اور وہ بھی ہنستے دوڑتے اپنا حصہ لینے پہنچ جائیں۔ ایک طرف دس بارہ فقیروں کی ٹولی موجود تھی جو وہیں نیچے زمین پر ایسے سکون سے بیٹھے تھے کہ گویا ان کا اپنا گھر ہو۔ گمان غالب یہی تھا کہ یہ سب ایک ہی خاندان سے تعلق

رکھنے والے چھوٹے بڑے بچے ہیں جو اپنے اماں ابا کے ساتھ یہاں پر تھے۔

کاملہ بھی اپنے گھر کے باہر زمین کے ساتھ بیٹھی سیماب کے بچوں کی پھرتیاں دیکھ رہی تھی جو آج خود کو سارے محلے کے بچوں سے الگ اور اعلیٰ تصور کر رہے تھے۔

”ام..... داغ..... چا.....“ (میں دیگ کے چاول کھاؤں گی) حرا دروازے کے باہر بیٹھی دونوں بچوں کو دیکھنے آئی تو فرط جذبات سے ننھی زمین نے ماں کو پکڑ کر بتایا۔

”میری بیٹی نے دیگ کے چاول کھانے ہیں؟“ حرا نے بڑے پیار سے زمین کو گود میں اٹھا کر اس کا منہ صاف کیا تو وہ خوشی سے مسکراتے ہوئے ماں کے کندھے سے لپٹ گئی اور خوشی سے اس کی گردن کے گرد

”میرا ماننا ہے کہ بے شک گندے ہاتھوں سے پسنے جانے والے کپڑے گندے تو ضرور ہو جاتے ہیں لیکن جس نے پسنے ہوں اگر اس کا من بے داغ اور اجلا ہو تو دیکھنے والے کپڑے کا گند نظر انداز کر دیتے ہیں اور پھر بیٹا وہ ذات ستار العیوب ہے تاں کب کس کے دل کا بند دروازہ کھول دے کس کے تن من اور دھن کا گند صاف کرنے ہمیں کیا پتا۔ اس لیے آج کے بعد کسی کے بھی فی سبیل اللہ کیسے گئے کام پر تنقید نہ کرنا کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس کے نزدیک وجہ قبولیت کیا ہو۔“

”جی اماں۔“ بظاہر مسکراتے ہوئے وہ اٹھ تو گئی تھیں لیکن دادی کی کسی بات سے وہ متفق نہیں تھیں اور ان کا یقین تھا کہ میڈم کا یوں زمین پر پیسے لگانا فی سبیل اللہ کے زمرے میں نہیں آتا۔

صبح سے ہی محلے میں کافی چہل پہل تھی جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اتوار ہونے کی وجہ سے چھٹی تھی اور پھر سیماب کے گھر آج دعوت کا اہتمام تھا۔ ان کے گھر کے سامنے ہی پلاؤ اور زرورے کی دیگ لپائی جا رہی تھی۔ سیماب کے بچے خود کو تھانیدار خیال کرتے ہوئے اپنے خاندان کے علاوہ آج کسی بھی بچے کو اس اجاڑے محلے میں داخل نہیں ہونے دے رہے تھے جہاں دو دہائیں چڑھی تھیں۔ مانا کہ سیماب کا ملنا جلنا بہت سے لوگوں سے تھا لیکن اتنے رشتے دار تو کبھی دیکھے نہیں گئے تھے جتنے آج رکشوں، موٹر سائیکل اور دوسری سواریوں پر آتے ہی چلے جا رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کسی کی شادی نہیں تو عید ضرور ہے لیکن ایسا نہیں تھا۔

محلے کے بچے سیماب کے بچوں کی خود ساختہ حدود کے ساتھ لگے منتظر تھے کہ کب دیگیں پلٹیں اور وہ بھی ہنستے دوڑتے اپنا حصہ لینے پہنچ جائیں۔ ایک طرف دس بارہ فقیروں کی ٹولی موجود تھی جو وہیں نیچے زمین پر ایسے سکون سے بیٹھے تھے کہ گویا ان کا اپنا گھر ہو۔ گمان غالب یہی تھا کہ یہ سب ایک ہی خاندان سے تعلق

رکھنے والے چھوٹے بڑے بچے ہیں جو اپنے اماں ابا کے ساتھ یہاں پر تھے۔

کاملہ بھی اپنے گھر کے باہر زمین کے ساتھ بیٹھی سیماب کے بچوں کی پھرتیاں دیکھ رہی تھی جو آج خود کو سارے محلے کے بچوں سے الگ اور اعلیٰ تصور کر رہے تھے۔

”میری بیٹی نے دیگ کے چاول کھانے ہیں؟“ حرا نے بڑے پیار سے زمین کو گود میں اٹھا کر اس کا منہ صاف کیا تو وہ خوشی سے مسکراتے ہوئے ماں کے کندھے سے لپٹ گئی اور خوشی سے اس کی گردن کے گرد





اپنا بازو پھیٹ لیا۔

”ام..... داغ..... چا.....“ ایک بار پھر حرا کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے وہ یوں ہنسی جیسے کسی نے گدگدی کی ہو۔

”اجھا ٹھیک ہے ابھی سیماب باجی بھجوائیں گی ناں تو اپنی بیٹی کو کھلاؤں گی۔ ابھی آپ میرے پاس اندر بیٹھو۔“ حرا نے اسے سامنے بٹھا یا اور خود مسور کی بگھاری وال پر ہر ادھنیا کاٹ کر ڈالنے لگی۔ اماں بھی وہیں آ بیٹھیں اور زمین سے باتیں کرنے لگی۔

”آ جاؤ کاملہ بیٹا! کھانا کھا لو اور دیکھنا سنان جاگ تو نہیں گیا ناں۔“ تو سے روٹی اتار کر ہاٹ پاٹ میں رکھتے ہوئے کاملہ کو پکارا تو وہ منہ بسورتے اس کے سامنے بیٹھی۔

”دادی دیکھیں ان گھر میں گئے اتنی دیر ہوئی ابھی تک انہوں نے کسی کو بھی کھانا نہیں دیا، فقیر بھی ادھر ہی بیٹھے ہیں۔“ کاملہ نے سادہ لفظوں میں شکوہ کیا۔

”ارے تو کیا ہوا چاول تو ہمارے گھر پر بھی ہیں ہم زردہ آج پکا لیتے ہیں پھر کسی دن گوشت منگوا کر پلاؤ بھی پکالیں گے۔“

”ن..... نہیں.....“ ننھی زمین نے اماں کی بات سنتے ہی اتنی سختی سے دانتوں سے نچلا ہونٹ کاٹا کہ خون نمایاں ہو گیا۔

”ام..... داغ..... چا.....“ (میں دیگ کے چاول کھاؤں گی) زمین کا رد عمل اس قدر اچانک اور جارحانہ تھا کہ حرا ایک دم بوکھلا سی گئی۔

”ہاں بیٹا ابھی وہ بھیجیں گے تو میں آپ کو کھلاؤں گی ناں تب تک آپ یہ تھوڑی سی روٹی کھا لو۔“ حرا نے اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر کام رہی کاملہ منہ بسور کر کھانا شروع کر چکی تھی مگر زمین کی ایک ہی رٹ تھی۔

”ام..... داغ..... چا..... ام..... داغ..... چا.....“ اماں حرا اور پھر کاملہ سب ہی نے سر توڑ کوشش کی کہ وہ کچھ اور کھائے مگر اس کی ایک ہی ضد تھی کہ کھاؤں گی تو وہ کچھ اور کھائے مگر اس کی ایک ہی ضد تھی کہ کھاؤں گی تو

دیگ کے چاول ورنہ نہیں..... معصوم زمین حرا اور کبھی اماں کی گود میں روٹی بلبلائی یوں کہ حرا کے ساتھ اماں کا کبچہ بھی کٹ جاتا۔

انہیں امید تو تھی کہ سیماب باجی چھوٹی سی پلیٹ میں ہی سہی لیکن محلے کے آٹھ دس گھروں میں کھانا ضرور بھجوا میں گی مگر ایسا نہ ہوا۔

نہ تو محلے میں کسی کے گھر اللہ کے نام پر چاول کا ایک دانہ بھیجا اور نہ ہی گلی میں منتظر بچوں اور آس لیے وہاں موجود فقراء کو دو نوالے دیئے گئے۔ ہاں البتہ اتنا سب نے دیکھا کہ اپنے گھروں کو لوٹنے والے سیماب باجی کے رشتہ داروں کے ہاتھ میں چاولوں کے شاپرز ضرور موجود تھے اور شاپر کے بڑے یا چھوٹے ہونے سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ کون سا رشتہ دار زردی کی ہے اور کون سادہ اور کا۔

آہستہ آہستہ کر کے بچے اپنے گھروں کو چلے گئے فقراء کی ٹولی خالی ہاتھ واپس ہو گئی۔ دونوں دیگوں کو خالی کر کے سوزو کی میں واپس بھجواد یا گیا لیکن حرا کے گھر میں اتنی بے سکونی ختم نہ ہوئی۔ زمین اس وقت سے بھوکی تھی اور اس کی ایک ہی رٹ تھی۔

”ام..... داغ..... چا.....“ (میں دیگ کے چاول کھاؤں گی)

دو تین مرتبہ اماں نے سوچا ضرور وہ خود سیماب باجی کے گھر جا کر ننھی زمین کے لیے تھوڑے سے چاول مانگ لاتی ہیں لیکن حرا نے انہیں اس ارادے سے روک رکھا کہ نہ تو سیماب باجی نے ہمیں بلایا تھا اور نہ خود سے کچھ بھیجا ہے ایسے میں جا کر مانگنا کسی طور پر مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ زمین کا رورو کر گلا بیٹھ گیا تھا اور اب وہ بے سدھ ہو کر چپ چاپ مگر یونہی بھوکی پیاسی لینی تھی۔ شام ہونے کو بھی اور حرا سوچ رہی تھی کہ زمین گھر آئیں تو ان سے کہے گی کہ کہیں سے بھی جا کر

دیگ کے چاول لا کر دیں۔ اسی دوران سیماب باجی آ گئیں انہیں ایک دم اندھا تا دیکھ کر پہلے بھی کہ شاید وہ

چاول دینے آئی ہیں لیکن خالی ہاتھ دیکھ کر ایک نظر زمین کی طرف دیکھا جو بازو پر زور ڈال کر بیٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

”السلام علیکم باجی! کیا حال ہے؟“ ہمیشہ کی طرح مسکراتے ہوئے خوش گوار لہجے میں حرا نے انہیں کہا تو وہ کھڑے کھڑے بولیں۔

”علیکم السلام! حال نہ پوچھو آج تو بہت تھک گئی ہوں سارے رشتہ دار آئے ہوئے تھے بہت اچھے طریقے سے سب کچھ انجام پایا۔ جو کیا فی سبیل اللہ کیا تھا بس دعا قبول ہو۔“

”آمین!“ حرا نے آگے بڑھ کر زمین کو گود میں لیا جو سیماب باجی کو دیکھ کر ایک مرتبہ پھر دیگ کے چاول کھانے پر بھند تھی اور ام داغ چاہتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے تھے مگر اس کی بات کا مفہوم یقینی طور پر گھر والوں کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔

اسی دوران زمین گھر میں داخل ہوئے تو ہاتھ میں دو تین شاپرز بھی تھے۔ سیماب باجی نے اپنی پنجس فطرت سے مجبور ہو کر پہلے تو ان شاپرز کو دیکھا جو انہوں نے آتے ہی حرا کو تھمائے تھے پھر زمین کی طرف دیکھا جو اب واٹ بین پر ہاتھ منہ دھور ہے تھے۔

”بڑی خرید فروخت ہو رہی ہے آج کل لگتا ہے اس مہینے کچھ زیادہ ہی بچت ہو گئی ہے۔“

”ارے نہیں باجی خرید فروخت نہیں ہے۔“ زمین نے تو لیے سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کمرے سے نکلتی اماں کو سلام کیا اور پھر سیماب باجی کی طرف متوجہ ہوئے۔

”دراصل عدنان صاحب کی ترقی ہوئی ہے گھر میں دعوت کا اہتمام تھا تو انہوں نے ہم سب گھر والوں کے لیے بھی کھانا پیک کر دیا۔ ان شاپرز میں وہی کھانا اور پھل فروٹ ہے۔“

”اللہ بھلا کرے اس میڈم کا اور رزق حلال میں ذہیروں برکتیں دے کر اس کی اور اس کے گھر والوں کی

کوئی آنکھ خوابوں سے اٹ گئی کہیں پاؤں پاؤں دیے جلانے ہیں رہ گزر..... کہیں لحو لحو محبتوں کے حصار میں یوں ہے کہکشاں کہ شب زفاف کے سماں کا گمان ہو کہیں دور خواب مگر کی آنکھوں کا نور گالوں پر بہ گیا کہیں چاہتوں کا حصار ریت کے گھر کی مانند بکھر گیا کہ کسی بہت کم عمر بچے کے بے ضرر کسی کھیل جیسا گمان ہو

اما احب..... مہجرات

دنیا و آخرت سنوارے دئے کتنا خیال رکھتی ہے سب کا اور یہاں تک کہ اپنی خوشی میں بھی ہم ملازم پیشہ لوگوں کو نہیں بھولی۔“ اماں کے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ حقیقتاً ان کے دل سے نکل رہا تھا اور فرط جذبات سے ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ حرا جانتی تھی کہ یہ خوشی کے آنسو ہیں جو چشمے کی اوٹ سے کسی پر ظاہر ہونے سے پہلے ہی انہوں نے پونچھ ڈالے تھے کیونکہ زمین کی معصوم ضد کی وجہ سے آج کا سارا دن جس کرب سے اس نے گزارا تھا اس سے کہیں زیادہ تکلیف میں اماں تھیں جو زمین کو صرف اور صرف دیگ کے چاول کھانے کے لیے روتے اور بلبلا تے دیکھ کر جانے لگتی دفعہ ہی اپنی آنکھیں دوپٹے کے پتوں سے مسل چکی تھیں اور اب جب حرا نے زمین کو پلیٹ میں ڈال کر میڈم کے گھر سے آئے دیگ کے چاول کھلائے تو پہلا نوالہ منہ میں ڈالتے ہی اس نے زور زور سے تالیاں بجانا شروع کر دیں۔





# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

## یہ شاندار پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

### ہم خاص کیوں ٹھیں :-

- ✧ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو امیل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو یو
- ✧ ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریٹخ
- ✧ ہر کتاب کا الگ سلیشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✧ سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریٹخ
- ✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسج کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب فورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

✧ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

✧ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں [www.paksociety.com](http://www.paksociety.com)

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

## WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan

Like us on Facebook

[fb.com/paksociety](https://fb.com/paksociety)



[twitter.com/paksociety1](https://twitter.com/paksociety1)

”مادراغ چان.....“ (میں دیگ کے چاول کھا رہی ہوں) حراجاتی تھی کہ اس کی بھوک محض تین چار چمچ چاول اور ایک گلاس پانی سے ختم ہو جاتی تھی مگر چہرے پر پتھری خوشی سے لگتا جسے دنیا جہاں کی دولت اسے مل گئی ہو۔

”میں تو کہتی ہوں مالک! اس میڈم نے تیری راہ میں خرچ کر کے تیرے بندوں کو خوش کیا، بس تو بھی اس سے خوش ہو جا۔“ اماں نے رال بہتی زمین کو تالیاں بجاتے دیکھا اور سکون کا گہرا سانس لے کر مسکرائیں۔

”ارے اماں یہ بیگمات ایک دوسرے کے سامنے اچھا بننے کے لیے ملازموں کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرتی ہیں اور آپ ہیں کہ دعاؤں پر دعائیں ہی دے چلی جا رہی ہیں۔“ سیماب باجی کو ان کا یوں دعا میں دینا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

”ایک بیمار آدمی کو دوا دکھاوے کے لیے کھلاؤ یا شفا یابی کے لیے دعا تو وہ دے گا ہی نا۔“ اماں اتنا کہہ کر پھر پہلے کی طرح مسکرانے لگی تھیں۔

”اور بیٹا میرا تو یقین ہے کہ اللہ کی راہ میں دیا گیا کھانا ہو یا اس کے لیے کیا گیا کوئی بھی کام اگر اس سے اللہ کے بندوں کے دل میں دکھ تکلیف یا احساس کمتری جنم لے تو دینے والے کے لیے سوچ کا مقام ہے کیونکہ مانا کہ جس دل میں ربت رہتا ہو وہاں سب کا کیا کام مگر جو رستہ سب سے ہو کر نہ گزرے وہ ربت تک نہیں پہنچ پاتا کیونکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے اس کا قرب حاصل کرتے ہوئے اس کی مخلوق کا کرب سمیٹنے کی بھی کوشش ہونی چاہیے۔“ اماں نے حرا کو دیکھا جو بڑے سکون سے زمین کو گود میں لیے بیٹھی تھی اور زمین کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ نے اماں کی بھی توانائی بحال کر دی تھی۔

”اللہ کی راہ میں علی الاعلان دی گئی ایسی نذر و نیاز جو اللہ کے بندوں کے دل دکھانے اور ان کی آنکھوں میں آنسو لانے کا باعث بنے اس سے کہیں بہتر ہے کہ بندہ اتنی ہی رقم خاموشی سے اور کہیں نہیں تو کسی خیراتی

آنچل جولائی ۲۰۱۵ء 156